پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رحمت
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاولپور یونیورسٹی

امت مسلمہ اور یہودی عزائم............ لمحہ فکریہ!

ہمارے اس مختصر مقالہ کا مقصد تحقیقی انداز میں یہ واضح کرنا ہے کہ امت مسلمہ من حیث المجموع کی "زبوں حالی" اگرچہ ہمارے اپنے اعمال وافعال کی مرہون منت ہے لیکن اس سلسلہ میں اس مطالعہ کی بھی اشد ضرورت ہے کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ اسلام کے بارہ میں دوسری ملتیں کیا سوچ رہی ہیں اور ان کا امت مسلمہ اور نظریہ اسلام کے بارہ میں کیا نکتہ نظر ہے۔

ہم نے اپنے اس مقالہ میں انتہائی احتیاط سے ان امور کی کسی حد تک نشاندھی کر دی ہے جو عصر حاضر میں امت کے انتشار اور نتیجتاً زوال کا سبب بن رہے ہیں۔

اس مقالہ سے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں البتہ امت مسلمہ کے سنجیدہ طبقہ کو ذھنی طور پر اس کے لئے تیار کرنا ہے کہ وہ بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر مستقبل کی منصوبہ بندی کریں تاکہ رب تعالیٰ کی وہ مشیت پوری ہو سکے' ليظهره على الدين كله (۹ : ۳۳) کہ وہ ذات اس دین کو دنیا کے بقیہ تمام ادیان پر غالب دیکھنا چاہتی ہے اگر آج امت مسلمہ کے دردمند اور اہل دل افراد کسی حد تک اس مشن کے لئے تگ و دو کریں تو یقیناً وہ اس مشیت ایزدی کی تکمیل میں اپنے لئے سعادت و فلاح دارین کا سامان فراہم کریں گے۔

ہم نے ان تلخ حقائق کی طرف اشاراتی انداز میں اپنا نکتہ نظر پیش کیا ہے کیونکہ ایسے تمام امور نہ تو دستاویزی انداز میں بآسانی میسر ہیں اور نہ ہی پروپیگنڈا کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں' بلکہ ان افراد کی حکمت عملی (Stratedidy) یہ ہے کہ منصوبہ بندی اس انداز میں کی جائے' کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ حتی المقدور خفیہ انداز میں اپنا ہر لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں تاکہ عام انسان کا ذہن ان کی طرف متوجہ بھی نہ ہو سکے۔

یہاں یہ حقیقت بھی انتہائی افسوسناک ہے کہ یہ اقوام' امت مسلمہ کی تباہی و بربادی کیلئے دن رات حکمت عملی سے کام کر رہی ہیں اور امت مسلمہ خواب غفلت میں مدہوش ہے الا ماشاء اللہ بقول معروف رصافی:

کلما ایقظتھم زادوا رقادا۔

"کہ میں جب انہیں بیدار کرنے کیلئے تگ ودو کرتا ہوں' وہ مزید مدہوش ہو جاتے ہیں۔"

اس سلسلہ میں جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں اس میں واضح انداز میں یہ اعلان ہے :

ولتجدن اشدھم عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا (۵:۸۲)

"تم تمام انسانوں میں اہل ایمان کے شدید ترین دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے"

یہاں یہ امر حیران کن ہے کہ بیشتر مفسرین نے قرآن حکیم کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ اس امر کی نشاندھی نہیں کی کہ تمام اقوام سے بڑھ کر یہ افراد مسلمانوں سے کیوں بیر رکھتے ہیں البتہ علامہ زمحشریؒ م ۵۳۸ھ نے اپنی تفسیر الکشاف میں صرف ایک سطر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

ولعمری انھم لکذلک واشدہ وعن النبی ﷺ ما خلا یھودیان بمسلم الاھما بقتلہ۔

"قسم بخدا یہ افراد ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آنحضور ﷺ سے مروی ہے اگر دو یہودی کسی ایک مسلمان کے پاس اکٹھے ہو جائیں وہ اس مسلمان کو مار ڈالنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔"

اس سلسلہ میں امام مسلم کی روایت بھی قابل غور ہے جو بہت حد تک ہمارے نکتہ نظر کی تائید کر رہی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلمون الیھود فیقتلھم المسلون حتی یختبئی الیھودی من دراء الحجر والشجر یا مسلم یا عبداللہ ھذا یھودی خلفی فتعال فاقتلہ الا الغرقہ فانہ من شجر الیھود۔

(مشکوٰۃ 'ج ۲'ص ـ ۴۶۶)

آپ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک برپا نہ ہو گی جب تک مسلمان یہود سے جنگ نہ کریں اس جنگ میں مسلمان یہودیوں کو اتنا ماریں گے کہ یہودی درخت اور پتھروں کے پیچھے جا چھپیں گے' اس وقت درخت اور پتھر بول اٹھیں گے اے اللہ کے بندے' یہودی میرے پیچھے چھپا ہے آؤ اسے قتل کرو۔

اس حدیث مبارکہ کے ایک معنی تو ظاہری ہیں کہ غلبہ اسلام کے وقت ایسا ہو گا لیکن اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر نظریہ اور تحریک کے پیچھے یہودی ذہنیت کار فرما نظر آئے گی۔ اگر دور حاضر کی اہم تحریکوں کا جائزہ لیا جائے تو یقیناً یہ امر واضح ہو گا کہ حقیقت وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اکثر اوقات عام انسان اپنی سادگی کی بنا پر ان تحریکوں کا آلہ کار بن کر ایسے کام سر انجام دیتا ہے جو شاید اس

کیلئے مادی فوائد کے حامل تو ہوں لیکن ایسا عمل مسلمانوں کی ملی زندگی کیلئے سم قاتل کی حقیقت رکھتا ہے۔

اصل عنوان پر کچھ کہنے سے پہلے چند امور انتہائی غور طلب ہیں۔ کائنات میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد سب سے اہم نبی سیدنا نوح علیہ السلام ہیں۔ جنہیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد سب سے اہم اور قابل ذکر نبی سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیھما السلام۔ عربوں کا نسلی تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے۔ اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

آنحضور ﷺ کی آمد سے قبل کائنات کی امامت و سرداری بنی اسرائیل کے پاس تھی (انی فضلتکم علی العالمین (۲:۴۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسبی تعلق بھی بنو اسرائیل سے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شعور میں یہود کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس قوم کو اپنی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا' اس وجہ سے اس دور کے یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہو گئے انہوں نے اپنی پوری توانائیاں اس پر صرف کیں کہ کسی طرح یہ دین دنیا میں پھیلنے نہ پائے لیکن وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ البتہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب تک پہنچا کر رہے۔ یہ اور بات ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں زندہ بچالیا۔

آپ کے رفع آسمانی کے بعد آپ کا پیش کردہ دین جس کا نام یقیناً اسلام تھا اپنی سادگی کی وجہ سے تیزی سے پھیلنے لگا جو آپ کے معاندین یہود کے لئے کسی طرح قابل قبول نہ تھا۔

اس اہم موڑ پر تاریخ میں ایک ایسی شخصیت سامنے آتی ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دین کو بگاڑنے میں اہم رول ادا کیا۔ یہ پولوس کی شخصیت ہے جسے تاریخ عیسائیت میں (Saint Paul) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دنیا کے مشہور گرجے اسکے نام سے موسوم ہیں...... اس نے بعد میں ایک ڈرامہ رچایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے سامنے ایک من گھڑت کہانی پیش کر کے دین عیسائیت میں داخل ہوا اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے اسی دین میں ایسے عقائد و نظریات شامل کیئے کہ ایک توحید پرست دین' مشرکانہ ادیان میں شمار ہونے لگا۔ بقول ایک عیسائی مورخ روما کے بھیڑیئے نے ناصرہ کی کھال اوڑھ لی۔

آنحضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وہی مرحلہ دوبارہ پیش آیا اب کی بار ایک ایسا نبی آیا جس کا تعلق بنو اسرائیل کے برعکس بنی اسماعیل سے تھا۔ یہود اپنی ذہانت کی وجہ سے سمجھ چکے تھے کہ اب قیادت و سیادت بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں آنے والی ہے ۔ اس تعصب کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کو عارفانہ تجاہل کے تحت پہچاننے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ آنحضور ﷺ کی

ذات کے بارہ میں ظاہری علامات ان کی مذہبی کتابوں میں درج تھیں۔

"یعرفونه کما یعرفون ابنأ هم" یہ قوم اپنی ضد، عناد پر قائم رہی۔ مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں اس کا سب سے بڑا سرغنہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینہ وخیبر کے یہود نے بارہا یہ کوشش کی کہ اس نبی کا خاتمہ کر دیا جائے لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

خلافت سیدنا ابوبکرؓ وعمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں انہیں اسکی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے دور حکومت میں آپؓ کی طبعی نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ابن سبا نے وہ کچھ کر دکھایا جو آخر میں سیدنا عثمانؓ کی شہادت پر منتج ہوا۔ اسکے بعد ملت اسلامیہ شیعہ، سنی دو فرقوں میں بٹ کر رہ گئی۔

اس سے پہلے یہی حربہ عیسائیت میں بھی استعمال کیا گیا اور انہیں دو بڑے گروپس میں (رومن کیتھولک، پروٹیسٹنٹ) میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح یہود نے عیسائیوں سے ان کے تشدد اور تعذیب اور مسلمانوں سے ان کی خیر و بھلائی کا انتقام لیا۔

وقتی عداوت وقتی کشمکش کا نتیجہ ہوتی ہے کبھی وقتی دشمنی کا سبب وقتی محرومی ہوتی ہے لیکن دائمی دشمنی کسی دائمی محرومی کا آئینہ دار ہوتی ہے ظاہر ہے اگر کسی قوم کو اسلام اور مسلمان سے دائمی دشمنی ہے تو اسکا مطلب واضح ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس قوم کے افراد کے دل میں دائمی محرومی کا احساس جاگزیں ہے

صلیبی جنگیں :

مسلم اندلس میں تحفظ حاصل کرنے کے بعد یہودیوں نے اپنی چالبازی سے عیسائیوں کی نفرت اور دشمنی کا رخ مسلمانوں کی طرف پھیر دیا جس کے نتیجہ میں عظیم صلیبی جنگیں برپا ہوئیں۔

سلطنت عباسیہ کے زوال کے بعد (جس میں ابن علقمی کا کردار ناقابل فراموش ہے) جب مسلمانان عالم میں اتحاد ختم ہو چکا تھا، ان کی مرکزیت فنا ہو چکی تھی اور تن آسانی نے انکے شجر اقبال کو گھن کی طرح چاٹ لیا تھا۔ عیسائی اقوام نے متحد ہو کر سرزمین اسلام ایشیاء کوچک شام اور فلسطین پر یلغار کی جو ان صلیبی جنگوں کی تمہید تھی جس میں دو صدیوں تک دنیا کی دو طاقتیں ایک دوسرے سے نبرد آزما رہیں۔

صلیبی جنگیں جہاں یورپ کی آئندہ ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں وہاں انہوں نے ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے قومی تنزل کا ایک باب کھولا...... یہ صلیبی جنگیں دراصل شام اور فلسطین میں یروشلم یعنی بیت المقدس کو حاصل کرنے اور اس سرزمین میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے لڑی گئیں۔ ان جنگوں کی تعداد تقریباً نو ہے۔ جو ۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۶ء تک جاری رہیں۔ ان جنگوں کے دو ہی مقصد تھے پہلا یہ کہ عیسائی یاتریوں کو معبد مقدس کی زیارت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اس کا دوسرا مقصد ارض

فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم کرنے کی راہ ہموار کرنا تھا...... ہر چند ان جنگوں میں پورے عالم عیسائیت نے حصہ لیا لیکن یہودی دار صل اس تیر سے دوسرا شکار کھیل رہے تھے کہ انہوں نے اپنے دشمن عیسائیوں کو مسلمانوں سے برسرپیکار رکھا بالآخر عیسائی دنیا عالم اسلام سے ٹکرا کر نہ صرف پاش پاش ہوگئی بلکہ یورپ کی عیسائی مملکتیں جو جنگ میں شامل تھیں بشمول پاپائے روم یہودیوں کی مقروض ہوگئیں اس طرح یہود در پردہ یورپ پر قبضہ کرنے اور عیسائیت کو کمزور کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہوگئے۔

یہود کی ایک اور چالاکی :

نومبر ۱۹۶۴ء میں ایک عالمی خبر رساں ایجنسی کی وساطت سے اخبارات میں ایک حیرت انگیز خبر شائع ہوئی کہ یہود نے اپنی نام نہاد ریاست اسرائیل کی وساطت سے پاپائے روم کی خدمت میں یہ محضر نامہ پیش کیا کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنے میں یعنی سولی چڑھانے کی ذمہ داری سے بریت کا اعلان کرتے ہیں۔ لہٰذا اس تاریخی حقیقت کو تاریخ کے اوراق سے حذف کر دینا چاہیے۔ یہ جرم تو حضرت مسیح علیہ السلام کے دور کے یہودیوں کا ہے۔ اس پر پوپ نے اس عذر نامہ کو قبول کر لیا اور اعلان کر دیا کہ قوم یہود اس جرم (صلیب مسیح) سے بری الذمہ ہے۔

موجودہ اناجیل اربعہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہود ہر لحاظ سے اس میں شریک تھے اب دو ہزار برس کے بعد ان کا بری الذمہ قرار پانا اور وہ بھی نائب مسیح (پاپائے روم) کی عدالت سے۔ یہ تاریخ کا ناقابل یقین اور حیرت انگیز فیصلہ ہے اس سے اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یہود اور عیسائی آپس کی قدیم دشمنی بھلا چکے ہیں جو قوم اپنے اسلاف کے کسی عمل یا اقدام سے برأت نہ کرے وہ اس جرم کے اندر شریک مانی جاتی ہے یہ قوم یہود کی ایک اور فتح ہے جو وہ عیسائیت پر حاصل کر چکے ہیں۔

عیسائی دنیا پہلے دو حصوں میں اور پھر کئی حصوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی یہودیوں نے اعلانیہ اور خفیہ سازشوں سے عیسائیوں کی نصف آبادی کو اپنا حلیف اور آلہ کار بنالیا ہے اور اپنے دشمنوں مثلاً رومن کیتھولک اور آرتھوڈکس چرچ کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب آدھی عیسائی دنیا یہودیوں کی ایجنٹ ہے ان ایجنٹوں میں ایک طبقہ خاص طور پر قابل ذکر ہے یہ یورپ کے رہنے والے پروٹیسٹنٹ ...... یہ مغربی عیسائیت سے جسے لاطینی عیسائیت بھی کہا جاتا ہے ٹوٹ کر الگ ہوگئے۔ اب خود ان میں کئی فرقے وجود میں آچکے ہیں۔ مثلاً تو تھریہ' کالونیہ (Presbterians) اور اہم ترین چرچ آف انگلینڈ' اور اس کی شاخیں Baptist' ایونجیلیکل موڈرنسٹ وغیرہ۔

امریکہ جو دنیا کے تمام یہودیوں کی اصل آماجگاہ ہے اسکے صدارتی انتخاب میں کسی طرح ایک شخص جو رومن کیتھولک فرقہ سے متعلق تھا صدر کے عہدہ تک پہنچ گیا' اسے بعد میں قتل کر دیا گیا۔ یہ

جان ایف کینیڈی جو امریکہ کی تاریخ صدارت میں پہلے رومن کیتھولک صدر تھے۔

دنیا میں یہودیت کیلئے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلہ کار جماعتیں بے شمار ہیں جن کی تعداد ہزاروں میں ہے ان تمام تنظیموں کی اعلیٰ ترین باڈی کا نام زنجری (Zingry) جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت کا مخفف ہے۔ دنیا میں یہود کے لئے کام کرنے والی بے شمار تنظیمیں ہیں جو بنیادی طور پر اس اعلیٰ ترین باڈی کے تحت کام کرتی ہیں۔ ہم اس مقالہ میں صرف چند اہم اور قابل ذکر تنظیموں ان کے طریق کار، حکمت عملی کی وضاحت پیش کر رہے ہیں :

۱۔	صیہونیت	Zionism
۲۔	فری میسنری	Free Massionary
۳۔	عظیم سازشی منصوبہ	Protocal of the learned elders of Zion
۴۔	استشراق۔	Orientalism
۵۔	کے۔جی۔بی	K.G.B
۶۔	نیو ورلڈ آرڈر	New World Order

صیہونیت :

یہودیت ایک دین ہے جبکہ صیہونیت سے مراد وہ سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد فلسطین میں یہودی حکومت کا قیام اور ان تمام علاقوں پر قبضہ کرنا ہے جو تاریخ کے کسی دور میں ان کے قبضہ میں رہے۔ لفظ صیہون ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے دور حکومت میں ایک شاندار محل تعمیر کرایا تھا جو بعد میں تخریب کاری کا شکار ہو کر زمین بوس ہوا۔ یہودیوں نے اسی حوالہ سے اس دور عروج کو ذہن میں رکھ کر ایک ایسی تحریک کا آغاز کیا جو ہر لحاظ سے انسانیت کی دشمن ہے۔

اسرائیلی حکومت کے قیام سے قبل ہی یہود نے اکناف عالم میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد وہ پورے عالم کو اپنی گرفت میں لانے کیلئے سرگرم عمل ہو جائیں گے۔

۱۸۸۰ء سے قبل یہود یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں اپنا قومی وطن بنا سکیں گے۔ ۱۸۸۰ء میں ایک یہودی تھیوڈر ہرزل (Theodor Herzl) نے اپنی کتاب (A Jewish State) میں اس کا پورا عملی منصوبہ شائع کیا۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ۱۸۹۶ء میں لندن سے شائع ہوا۔

یہ سازشی منصوبہ اگرچہ کئی حصوں پر مشتمل ہے لیکن اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دو ہزار برس

قبل یہودیوں کو جس سرزمین سے رومیوں نے نکال باہر کیا تھا اس کو پھر سے حاصل کیا جائے اصل منصوبہ یہ ہے کہ دریائے نیل سے لے کر فرات تک اور شمالی حجاز سے لے کر (جس میں مدینہ طیبہ بھی شامل ہے) شام کی انتہائی شمالی سرحدوں تک کا پورا علاقہ مسلمانوں سے چھین لیا جائے۔ بعد میں ان علاقوں میں دنیا بھر کے بکھرے ہوئے یہودیوں کو لا کر بسا دیا جائے۔

ان علاقوں کو وہ صرف اپنا مقبوضہ حصہ بنا کر مسلمانوں کو وہاں غلام کی حیثیت سے نہیں رکھنا چاہتے بلکہ وہ ان کو ختم کر کے یا ملک سے نکال باہر کر کے زمین خالی کرانا چاہتے ہیں اس مقصد میں انہیں پہلی کامیابی ۱۹۴۸ء میں ہوئی جب فلسطین کے ایک حصہ پر ان کی ریاست قائم ہوئی۔ ۱۹۶۷ء میں ۱۹ سال بعد انہیں دوسری کامیابی ملی۔ جس میں باقی ماندہ فلسطین اور جزیرہ نما سینا انہوں نے چھین لیا۔

اب جس منصوبہ سے دنیائے اسلام کو شدید خطرہ ہے یہ وہ خطرناک فعل جس کے لئے دو ہزار سال سے بے تاب ہیں اور اس کی خاطر وہ گزشتہ ایک سو سال سے ایک خاص لائحہ عمل کے تحت کام کر رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ اور قبہ صخرہ کو گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے اور اس پورے علاقہ پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔ یہودی اس منصوبہ پر عمل درآمد سے قبل اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ فلسطین پر قبضہ اور ریاست اسرائیل کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ترکوں کے حوالہ سے خلافت عثمانیہ موجود ہے۔ چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق سب سے پہلے سلطان ترکی عبدالحمید کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی گئی کہ ہمیں فلسطین میں ایک خطہ زمین دے دیا جائے ہم اس کی بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لئے تیار ہیں۔

سلطان اپنی ذہانت کی وجہ سے اس منصوبہ کو بھانپ گئے انہوں نے صاف کہہ دیا جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک ترکی سلطنت موجود ہے اس کا کوئی امکان نہیں کہ فلسطین یہودیوں کے حوالہ کیا جائے۔ تمہاری ساری دولت پر میں تھوکتا ہوں۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد سلطان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں شروع ہو گئیں۔ جس میں فری میسن اور دونمہ جیسی تنظیمیں پیش پیش تھیں۔ بالآخر کمال اتاترک کے ہاتھوں خلافت کا ٹمٹاتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا گیا اور اس طرح خلافت کی رداءِ تار تار ہو کر قصہ پارینہ بن گئی۔ جس کے نتیجہ میں عالم اسلام ایک ایسے انتشار کا شکار ہوا جس سے اتحاد کی تحریکیں بے اثر ثابت ہوئیں۔

فری میسنری : Free Massionary

یہ تحریک پوری دنیامین فری میسنری کے نام سے مشہور ہے اور اسی نام سے معروف ہے یہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے 'Free بمعنی آزاد جو کسی ضابطہ قانون کا پابند نہ ہو Massionary بمعنی پیشہ طریق

عمل۔ اس تنظیم کا ہر فرد اپنے ہم خیال کو brother (بھائی) کہہ کر بلاتا ہے۔ پوری دنیا میں یہی لفظ ان کے لئے وجہ امتیاز ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تنظیم کا آغاز کب سے ہوا اور کس دور میں باقاعدہ طور پر یہ وجود میں آئی۔ اس سلسلہ میں یقین سے کہنا مشکل ہے اس سلسلہ میں اتنا کچھ لکھا گیا تو یہ سب مفروضات معلوم ہوتے ہیں۔

بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ اس کا آغاز اسوقت ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام صحراء نوردی میں مصروف تھے۔ بعض دوسرے افراد کی یہ رائے ہے کہ اسکے پہلے بانی کا نام ہیروڈ ثانی Herod II تھا جو رومی سلطنت کی جانب سے یروشلم کا گورنر تھا۔

اس سلسلہ میں تیسری رائے یہ ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے کہ اس کا باقاعدہ آغاز بارہویں صدی عیسوی میں برطانیہ سے ہوا۔ چنانچہ ۱۷۶۳ء میں برطانیہ کے دارالعوام میں فری میسنری کا ایک ممبر باقاعدہ سیٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس کی باقاعدہ لاج ۱۷۷۱ء میں لوگوں کے سامنے آئی اور یہ آج بھی اپنے مقاصد کیلئے کام کر رہی ہے اور اپنے نظریات کا پروپیگنڈا کر رہی ہے۔

کسی معاشرہ یا سوسائٹی میں اس تنظیم کا طریق کار یہ ہے کہ جب اسے یہ محسوس ہو کہ وہ اس ماحول میں پرسکون انداز میں کام کر سکتی ہے تو یہاں اپنے نام اور لاج (دفاتر) کا اعلان کیا جاتا ہے' اگر کہیں سے خطرہ کا احساس ہونے لگے یا یہ کہ عامتہ الناس ان کے طریقہ کار کے بارہ میں مشکوک نظریات رکھنے لگیں تو۔ یہ فوراً اپنا بوریا بستر گول کر لیتے ہیں اور اپنے دفاتر کے نام بدل کر نئی شکل میں آتے ہیں۔

تاریخی طور پر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جرمنی میں ہٹلر نے یہ محسوس کیا کہ فری میسنز کی یہ شاخیں یہود سے گہرا تعلق رکھتی ہیں اور انکی کارگزاریاں دن بدن خطرناک ہوتی جارہی ہیں۔ اس پر فری میسنز نے اپنا نام تبدیل کر کے کلب آف جرمن نائٹ رکھ لیا۔ دنیا کا دوسرے حصوں میں بھی ان کا طریق کار ایسا ہی ہے۔

اس خطرہ کے بارے میں سب سے پہلے ہاورڈ یونیورسٹی امریکہ کے صدر نے کانوکیشن کے موقع پر جو صدارتی خطبہ ۱۲ جولائی ۱۷۹۸ء کو پیش کیا اس میں اس نے گریجویٹ کو خبردار کیا کہ فری میسنز کس طرح خطرناک سیاسی و مذہبی عزائم سے مسلح ہیں اور ان کے عزائم کو پوری طرح بے نقاب کیا۔

کمیونزم کا آغاز :

اس موقع پر ایک تخریبی فورس تیار کی گئی جو مستقبل میں عالمی انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ کارل مارکس اور فریڈرک اینجلز نے اپنی معاشی ضروریات کے لئے اس تنظیم سے مالی امداد لی خاص طور پر جب وہ کمیونزم کیلئے اپنا لٹریچر تیار کر رہے تھے۔ عین اسی دور میں میں اس تنظیم کا ایک گروپ فرینکفرٹ

کے ایک پروفیسر سے نظریہ کمیونزم کے خلاف ایک کتاب لکھوا رہے تھے جس کا مرکزی موضوع یہ تھا کہ اولاً آرین نسل کو یورپ اور بعد میں پوری دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ انہی نظریات کی بدولت نازی ازم پروان چڑھا۔

دو مختلف اور متضاد نظریات کے لئے مقالات اور تصانیف لکھوانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ان نظریات کے حامی جب آپس میں صف آرا ہوں گے تو ایک دوسرے سے لڑ کر ایک دوسرے کو کمزور کرتے رہیں گے۔ چنانچہ جنگ عظیم دوم میں ایسا ہو کر رہا۔

جنگ عظیم دوم کا مقصد صرف یہ تھا کہ سیاسی طور پر صیہونیت کو روئے زمین پر غلبہ دلایا جائے اور عظیم تر اسرائیل کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ اس کے متوازی' بین الاقوامی کمیونزم کے لئے بھی راہموار کی جارہی تھی کہ وہ مستقبل میں عیسائیت کی بجائے ایک زوردار نظریہ بن کر دنیا کے سامنے آسکے۔

اس تنظیم کے بارے میں ہمارے مطالعہ کا ماحصل یہ ہے کہ یہ اپنے طریق کار کو دنیا کا سامنے کم سے کم ظاہر کرتی ہے بلکہ اس کے برعکس زیرزمین رہ کر اپنے عزائم کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔

فری میسنری کے اصول اور اس میں داخلہ کا طریق کار :

فری میسنری کی شہرت اسکے خفیہ طریق کار کی وجہ سے ہے یہ اپنی دستاویزات کو حتی المقدور خفیہ رکھتی ہے' خاص طور پر جب کسی فرد کو اس کا ممبر بنایا جاتا ہے اس موقعہ پر اصل حقائق سامنے آتے ہیں اس تنظیم میں داخلہ اور اسکا ممبر بننے کے اصول و ضوابط اسقدر خوفناک و بھیانک ہیں جنہیں ضبط تحریر میں لانا خاصا مشکل ہے۔

فری میسنری کے ممبر کو حلف برداری کے دوران یہ بتایا جاتا ہے کہ اسے اپنے مقاصد کے ساتھ انتہائی وفادار اور مخلص رہنا ہے اور اگر اس ممبر نے اس سلسلہ میں کسی راز کو افشا کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ ناگہانی موت ہے۔ چنانچہ جن افراد نے ان سے غداری کی وہ اگلے دن مردہ پائے گئے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں فری میسنری تحریک اٹھارویں صدی کے آخری ایام میں قائم ہوئی یہ کہنا درست نہیں اس سے مراد غالباً فری میسن کی تشکیل جدید ہے اس امر کے واضح ثبوت مل چکے ہیں کہ یہ تحریک سولہویں صدی عیسوی سے ہندوستان میں کام کرنے لگی تھی۔ اٹھارویں صدی سے قبل اس کا طرز عمل زیادہ تر مشرقی تھا اور اس کے ذہین افراد عموماً ایشیا اور بطور خاص ایران اور عراق کے یہودی تھے اٹھارہویں صدی عیسوی میں عالم اسلامی کے عظیم الشان مراکز قسطنطنیہ' قاہرہ' بغداد' تہران اور دہلی تھے۔ سترہویں صدی سے اس تحریک نے مشرق میں دہلی کو اپنا مرکز بنایا۔

سلطنت مغلیہ جو کبھی غیر معمولی ذہن اور بیدار مغز بادشاہوں کی سلطنت تھی رفتہ رفتہ کمزور

ہوتی چلی گئی جب تک اس کے حکمران بیدار مغز تھے یہ سازش بہت حد تک کامیاب نہ ہو سکی۔ کمزور اور نااہل حکمرانوں کے آتے ہی اس تحریک نے اپنا کام کر دکھایا۔

سترھویں' اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں ہندوستان میں اور بطور خاص دہلی میں شیعہ اور سنّی کے مابین جو اختلافات اور معرکے بپا ہوئے انہیں اس نکتہ نظر سے از سر نو جانچنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں فری میسن کے متعلق واضح سوال مولانا اشرف علی تھانویؒ سے پوچھا گیا جس کا جواب انہوں نے رسالہ "التقی فی احکام الرقی" اور طلسم کشائی فری میسن میں دیا ہے۔ دونوں رسالے غالباً ۱۹۰۱ء میں لکھے گئے۔

فری میسن جسکے بارے میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ سراتاپا خفیہ تحریک ہے اس کا اصل دائرہ کار اعلیٰ طبقات ہیں۔ بادشاہ' شہزادے' امراء اور موجودہ جمہوری نظام میں صدر مملکت' وزیر اعظم' بڑی مذہبی شخصیتیں' بڑے تاجر' اور بااثر افراد ان کے خاص ہدف ہوتے ہیں۔ مسلمانوں میں چند تحریکیں اور تنظیمیں یا تو براہ راست یہودی تنظیمیں ہیں یا ان کی آلہ کار ایجنٹ ہیں۔ ان میں قادیانی' بہائی' دروزی' نصیری' ازارقہ اور اسماعیلی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ احمدیوں کا ہندوستان میں قادیان اور پاکستان میں ربوہ کے بعد ان کا سب سے منظم مرکز اسرائیل کے شہر حیفہ میں واقع ہے۔ اس وقت جب کہ اسرائیل میں کسی مسلمان کا رہنا انتہائی مشکل ہے قادیانیوں کو اسرائیل میں کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔

اس طرح ایران کے بہائیوں کا مرکز اسرائیل میں کوہ کرمل اور عکہ ہیں جہاں وہ اپنے اعمال و افعال کھلے بندوں سر انجام دیتے ہیں۔ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ فری میسن تحریک سو فیصدی یہودی دماغ کی پیداوار ہے اور اس کے تمام ارکان شعوری یا غیر شعوری طور پر یہودیوں کی عالمی حکمرانی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

عظیم سازشی منصوبہ (Protocol of the Learned Elders of Zion)

دنیا کو اس عجیب و غریب دستاویز کا علم سب سے پہلے ایک روسی پروفیسر Sergyli A.Nilus کی وساطت سے ہوا جس نے اسے ۱۹۰۵ء میں روسی زبان میں شائع کیا اس کے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے کہ اسے اس دستاویز کا ایک نسخہ ایک دوست کے ذریعہ حاصل ہوا تھا۔ یہ اصل دستاویز کا مختصر ترجمہ تھا۔ اصل دستاویز غالباً عبرانی زبان میں تھی جسے فری میسن تحریک سے متعلق ایک عورت نے حاصل کیا تھا۔

دراصل نائلس نے جیسے ہی یہ کتاب پڑھی وہ سناٹے میں آگیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ اس انتہائی سنگین اور گھناؤنی سازش کو بے نقاب کرنا انسانیت کی بڑی خدمت ہوگی۔ نائلس کو سب سے بڑی فکر عیسائی تہذیب کو یہودی یلغار سے بچانے کی تھی۔............ دراصل یہودی طرز فکر' انداز کار اور ان کے منصوبوں'

پروگراموں اور ان کے عزائم اور مقاصد کو سمجھنے کے لئے خود انہی کی تیار کردہ دستاویز پروٹوکول' اولین اہمیت کی حامل ہے۔

پروٹوکول در حقیقت کسی ایک مصنف کی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے۔بلکہ یہ ایک طرح کا اجتماعی کام ہے جو یہودیوں کی ایک بہت بااثر شخصیت نے مرتب کیا ہے۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں ذہین ترین یہودی متعدد مرتبہ مل کر بیٹھے اور ایک عرصہ تک بحث و تمحیص کرنے کے بعد کچھ اصول و کلیات طے کئے اور اپنا منصوبہ اور نقشہ تیار کیا۔اس دستاویز کے بارے میں یہودیوں نے اب یہ کہنا شروع کر دیا ہے: "کہ وہ جعلی ہے اور اسے لکھ کر ان کی طرف سے منسوب کر دیا گیا ہے"

جن تعلیم یافتہ افراد نے اس دستاویز کا بغور مطالعہ کیا ہے اور پھر ان حالات کا جائزہ لیا ہے جو عالمی سطح پر ہو رہے ہیں یا مسلم ممالک میں جو ریشہ دوانیاں ہو رہی ہیں وہ یقیناً یہ کہیں گے کہ ان حالات میں تو واقعی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر یہ ڈائری جعلی ہے تب بھی لکھنے والوں نے یہودیوں کے دماغ کو ٹھیک طور پر پیش کیا ہے۔

اس دستاویز کے آغاز میں عظیم تر اسرائیل کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے ارد گرد علامتی سانپ کی شکل بنائی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو پر امن ذرائع سے علامتی سانپ کی سی چالاکی اور مکاری سے کام لے کر پوری دنیا کو فتح کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

یہ دستاویز دنیا کی بڑی زبانوں کے علاوہ اردو' عربی اور انگریزی میں شائع ہو چکی ہے اردو زبان میں چھوٹے صفحات پر اس کے ۱۳۵ صفحات اور انگریزی میں تقریباً ۱۱۰ صفحات ہیں۔عام لائبریوں اور بک سٹال پر اس کا حصول ناممکن ہے۔

استشراق Orientalism

استشراق کی کہانی خاصی طویل ہے در حقیقت یورپ میں مطالعہ اسلام اور اس حوالہ سے کتب کی اشاعت نیز مغربی یونیورسٹیوں میں اسلام کے حوالہ سے شعبہ جات کا قیام علمأ یہود سے اس کا آغاز ہوا اور اسکے بعد عیسائی سکالرز بھی اس میں شامل ہوتے چلے گئے۔استعمار کے دور حکومت میں اس سلسلہ میں خاصا کام ہوا۔اسلام اور اسکے رہنما کے سلسلہ میں جس قدر غلط نظریات علمی دنیا میں پیش کئے گئے وہ اس نام نہاد علمی تحریک کی کارستانی ہے استشراق صرف انگریزی زبان تک محدود نہیں بلکہ یورپ اور امریکہ کی ہر زبان میں کام ہو رہا ہے۔

اس تحریک کے ماہرین دنیا کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ اسلامی تہذیب بھی بابل اور نینوا کی قدیم

تہذیبوں کی طرح ایک مٹی ہوئی تہذیب ہے۔ مستشرقین کے اس گروہ نے اسلامی تہذیب کے تمام فضائل کی نشوونما کا سبب ماقبل اسلام تہذیبوں کو قرار دیا اور اس بنیاد پر یہ موقف اختیار کیا کہ عربوں کا معاشرہ، جاہلیت کے عرب کی نسلی میراث تھا اس کا اخلاق و تصوف عیسائیت سے ماخوذ ہے۔ قانون اور شریعت یہودیت اور رومن لاء سے مستعار لیا گیا اور فلسفہ یونان سے۔

مستشرقین کا ایک اور گروہ عیسائی مبلغین سے متعلق ہے وہ افراد اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اسلام، عیسائیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلئے اسلامی تہذیب کا مطالعہ اس غرض کے لئے کیا گیا کہ اسلامی تہذیب کے کمالات کا سرچشمہ ماقبل اسلام تہذیبوں کو قرار دے کر ان افراد کو جو کسی طرح اسلام سے متاثر تھے یہ باور کرالیا جائے کہ تہذیب، ثقافت، علوم و فلسفہ، اخلاق و تصوف اور قانون و معاشرت میں اسلام کا کوئی کارنامہ نہیں۔

مستشرقین کا تیسرا گروہ مغرب کی طاقتور استعماری قوموں کے سیاسی عزائم کی خاطر اسلام کا مطالعہ اس غرض سے کرنا چاہتا ہے کہ مسلمان قومیں ان کے معاشی و سیاسی مقاصد میں حائل دکھائی دیتی ہیں۔ اسی مقصد کے لئے اسلام کا مطالعہ کیا گیا اور اپنی تصانیف میں یہ تاثر ظاہر کیا کہ مسلمانوں کا ماضی چاہے کتنا ہی تابناک اور شاندار کیوں نہ ہو مگر ان کا مستقبل اس کے بغیر روشن نہیں ہو سکتا کہ وہ مغربی تہذیب اپنائیں اور مغربی و امریکی اقوام کے ساتھ سازگاری پیدا کریں۔ اس موضوع پر لٹریچر عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں موجود ہے۔

کے۔جی۔بی۔ K.G.B

یہ سیاسی اور خفیہ تنظیم امریکی ادارہ سی آئی اے کے طرز پر کام کرتی رہی ہے۔ روس کے موجودہ زوال تک اپنے مقاصد کیلئے سرگرم عمل رہی ہے۔ جس طرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اشتراکیت کے مرکزی قائدین یہودی تھے انہوں نے بظاہر اپنے نام بدل لئے تھے۔ کارل مارکس دونوں طرف سے یہودی تھا اور لینن خالصۃً یہودی نژاد تھے۔ لینن اور سٹالین کی مائیں اور بیویاں یہودی تھیں۔ ان کی ظاہری اشکال بہت حد تک یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ روسی انقلاب سے ذرا پہلے یہودی غیر معمولی طور پر سرگرم عمل تھے۔ پہلی جنگ عظیم چھڑ جانے کے بعد ایک بند ٹرین میں بٹھا کر لینن اور اس کے تقریباً ۲۰۰ رفقاء کو جرمنی سے روس کی سرحد میں دھکیل دیا گیا۔ اس کے ۱۶۵ ساتھیوں کے نام ملتے ہیں ان میں سے ۱۲۸ یہودی تھے۔

روس میں سرخ انقلاب کی کامیابی کے بعد مخالفین اور انقلاب کو تسلیم نہ کرنے والوں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنے اور ان کی سرکوبی میں کے۔جی۔بی نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ یہ جاسوسی

ادارہ ملک کے اندر اور ملک کے باہر مختلف مشن کے لئے کام کرتا رہا ہے۔ اس تنظیم کا براہ راست کنٹرول روس کی اعلیٰ کونسل کے سپرد تھا یہ تنظیم کسی بھی لحہ اور کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر مخالفین کو اغوا کر سکتی تھی۔

دوسری جنگ عظیم کے اختتام تک صورتحال یہ تھی کہ کے جی بی اور اس کے ذیلی ادارے داخلی سالمیت کے لئے وقف تھے لیکن جب جرمنی کو شکست ہوگئی تو اس کا دائرہ مزید وسع کر دیا گیا۔ روس کے جاسوس اور ایجنٹ تمام دنیا میں پھیل گئے۔ انہیں اجازت تھی کہ وہ اپنے مقاصدِ حصول کے لئے مخالفوں کو اغوا اور قتل بھی کر سکتے ہیں۔ روس نے جب علاقوں اور ملکوں میں اپنی فوجیں خواہ کسی بہانے داخل کیں وہاں کے جی بی نے کمیونزم کی ترویج، تعلیمی پالیسی کا کنٹرول، کمیونزم کے مخالفین کا خاتمہ کرنے کے لئے سارے ہتھکنڈے استعمال کئے آخر میں افسر کو ماتحت اور ماتحت کو افسر کا جاسوس مقرر کیا گیا۔

کے۔ جی۔ بی صرف زمین پر ہی جاسوسی کاروائیوں میں مصروف نہیں، بلکہ فضائی وسعتوں (خلاء) میں بھی اس کے جاسوس سیارے محوگردش رہتے ہیں۔ یہ سارے کمپیوٹر کے ذریعہ کام کرتے ہیں اور زمین پر دشمن کے فوجی اڈوں کی رپورٹ اور تصاویر بھیجتے ہیں۔ روسی نظام سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے شہریوں کو اس خفیہ تنظیم نے لاکھوں کے حساب سے پراسرار طور پر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ بعض اوقات دوسرے ملکوں میں روسی سفیر کے جی بی کے افسر ہوتے ہیں۔ جاسوسی کے علاوہ کے جی بی دوسرے ملکوں میں منظم ہڑتالیں، مظاہرے بلوے اور توڑ پھوڑ کروانے میں پوری طرح ماہر ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر New World Order

سویت یونین کے بظاہر ٹوٹ پھوٹ کے بعد سیاسی میدان میں امریکہ کا راج ہے۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء میں صیہون ایک نئی شکل کے ساتھ نیو ورلڈ آرڈر کے نئے نام سے سامنے آیا۔ جس کے مقاصد وہی ہیں جو اب تک بیان ہوئے ہیں۔ البتہ لباس کی تبدیلی میں نیا نظام پیش کیا جا رہا ہے۔

یہودی پوری دنیا میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ ہیں وہ اپنے مالی نظام کے حوالہ سے پوری دنیا میں چھا چکے ہیں۔ امریکہ جیسی سپر پاور ان کے ہاتھوں میں ہے ہمارا قدیم حریف اپنے مقاصد کے حصول کیلئے عیسائیوں کو آلہ کار بنا کر اسلام کو ختم اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اسی کو آج نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا جا رہا ہے۔

امریکہ بہادر نے نیو ورلڈ آرڈر کو اقوام عالم کیلئے امن، آشتی اور انصاف کا سرچشمہ قرار دیا لیکن مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے مقابلہ میں فلسطین اور عراق کے بارے میں اس کی جانبدارانہ پالیساں، دنیا کے مسلم ممالک کے پرامن ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول میں رکاوٹیں کھڑی کر کے امریکہ دنیا پر اپنا امتیاز

قائم نہ رکھ سکا۔

اس کے علاوہ ان افراد نے ایک چال یہ چلی کہ عالم اسلام میں جو افراد اسلامی عقائد و نظریات پر پختہ یقین رکھ کر ہر قسم کے جرائم اور عیوب سے پاک ہوں۔ انہیں بنیاد پرست قرار دیا جائے۔ بعد میں ان پر دہشت گرد ہونے کے الزام میں ان پر سیاسی اقتصادی اور معاشرتی پابندیاں عائد کر کے انہیں عدم استحکام کا شکار بنایا جائے۔ امت مسلمہ میں فرقہ بندیاں، نسلی و لسانی فسادات کو فروغ دے کر انہیں آپس میں لڑایا جائے، تبھی نیو ورلڈ آرڈر کے مقاصد کا حصول ممکن ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں یو۔این۔ او جو پہلے ہی عضو معطل اور بڑی طاقتوں کے رحم و کرم پر کام کر رہی تھی۔ مزید عضو مفلوج بن کر رہ گئی اسلامی ممالک پر ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے اور پر امن ایٹمی پروگرام کے قیام پر سخت احتجاج اور پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ جس کا واضح ثبوت پریسلر ترمیم اور سی ٹی بی ٹی کے معاہدوں میں نظر آتا ہے۔

عالم اسلام کے خلاف غیر مسلم قوتیں ملت واحد کے طور پر متحدہ ہو کر صلیبی جنگوں کے بعد مختلف محاذ کھول رہی ہیں۔ امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ مسلمانوں کو اس قدر کمزور کرنا چاہتا ہے کہ وہ مغرب کے اقتصادی، ثقافتی اور فوجی یلغار کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ نیو ورلڈ آرڈر موجودہ زوال کو دائمی بنانا اور رہی سہی غیرت و حمیت کو ختم کرنے کی گہری سازش ہے۔

حرف آخر:

عالم اسلام کی اس صورت حال کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے با آسانی کیا جا سکتا ہے کہ ہم مسلمان اغیار کے ہاتھوں استعمال ہو کر اپنی قوم و ملت کو کس قدر گھمبیر مسائل سے دوچار کرتے ہیں اور اپنی غیرت ایمانی کیلئے "چه ارزاں فروختیم" کا دستاویزی ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ تلخ حقیقت اب چونکہ پریس سے گزر کر تاریخ کا روپ دھار چکی ہے اس لئے اس سے انکار ممکن نہیں۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

> "جنوری ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں نیویارک ٹائمز نے یہ سنسنی خیز خبر شائع کی کہ غیر ملکی جاسوسی کا ادارہ سی آئی اے اپنے خفیہ فنڈز سے تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کے بعض اخبارات، مذہبی سیاسی جماعتوں اور انکے رہنماؤں کو ہر سال کروڑوں ڈالر کی رقم فراہم کرتا ہے۔ ان رہنماؤں میں سے ایک غیر ملکی سربراہ مملکت کو ۱۴ سال کے دوران ۹ لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر دیئے گئے۔ یہ پاکستان کے سابق صدر ایوب خان تھے۔ سابق صدر اور سی آئی اے کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ طے پایا تھا کہ سابق صدر سی آئی اے کو اس کی بین الاقوامی سرگرمیوں کے سلسلہ میں پاکستان کی حدود میں بعض خصوصی مراعات اور سہولتیں فراہم کریں گے اور اسکے صلہ میں انہیں -/70,000 (ستر ہزار) ڈالر سالانہ تاحیات ملتے رہیں

گے۔ جو انکے غیر ملکی اکاؤنٹ میں ہر سال پابندی سے جمع ہوتے رہیں گے۔ اس خفیہ معاہدہ پر ۱۹۶۰ء سے عمل در آمد شروع ہو گیا اور ۱۹۷۰ء کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔"

(وکیل انجم سیاست کے فرعون (مطبوعہ فیروز سنز لاہور ۱۹۹۲ء ص ۷۵۔۷۶)

اس ایک واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ کے بعض ارباب اقتدار کیا فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسلامی ممالک میں اکھاڑ پچھاڑ کس امر کا پیش خیمہ ہے۔

امت مسلمہ کے اجتماعی مرض کی نشاندہی کسی حد تک کر دی گئی ہے۔ طوالت کے ڈر سے ہم نے بہت سے حقائق عمداً حذف کر دیئے ہیں۔ اب امت کے درد منداور سنجیدہ اصحاب کا فریضہ ہے کہ وہ عالمی حالات کا بغور جائزہ لے کر امت مسلمہ کیلئے ایک معیاری طریق عمل تجویز کریں تاکہ مستقبل کی منصوبہ بندی اس کی روشنی میں طے پائے۔

قرب قیامت اور دنیا کے خاتمہ سے پہلے روئے ارض پر وہ دور سعادت یقیناً آئے گا جس میں اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کی شرائط پوری کرنے والے مسلمانوں کو لازماً اس دھرتی کی خلافت اس طرح عطا کریگا جس طرح ان سے پہلی قوموں کو عطا کی تھی اور ان کیلئے اس دین کو اس سرزمین پر غلبہ عطا کریگا۔ جسے اس نے ان کیلئے پہلے ہی سے پسند فرمالیا تھا۔

العاقل يكفيه الاشارة:

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کے یہ اشعار اس خواب کی تعبیر کی طرف اشارہ کناں ہیں ؎

آسمان ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے !
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے !!